

غامدی صاحب اور انکارِ حدیث

سنت کیسے ثابت ہوتی ہے؟

’سنت‘ کا شرعی و اصطلاحی مفہوم چھوڑ کر غامدی صاحب پہلے تو گھر سے اس کا ایک نرالا مفہوم مراد لیتے ہیں اور پھر اس کے ثبوت کے لئے انوکھی شرطیں عائد کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک:

سنت کا ثبوت خبر واحد سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا ثبوت کبھی صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ہوتا ہے کبھی صحابہ کرام کے اجماع اور ان کے عمل تو اتر سے، کبھی اُمت کے اجماع سے، کبھی اُمت کے اجماع سے اخذ کر کے اور کبھی اُمت کے اجماع سے قرار پا کر اور کبھی قرآن کے ذریعہ ثبوت کے برابر ذریعہ ثبوت سے۔

چنانچہ وہ اپنے اس موقف کو بیان کرتے ہوئے پہلے سنت کی تعریف لکھتے ہیں:

① ”سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔“

(میزان: ج ۱۰، طبع دوم، اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور؛ اُصول و مبادی: ص ۱۰، فروری ۲۰۰۵ء، لاہور)

لیکن سنت کی یہ تعریف دین کی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں ہے اور اُمتِ مسلمہ کے اہل علم سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ آگے چل کر ہم سنت کی وہ تعریف درج کریں گے جو اہل علم کے ہاں مسلم ہے۔

② پھر آگے اس سنت کے ثبوت کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ

”سنت یہی ہے اور اس کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس میں اور

قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قولی تواتر سے ملا ہے، یہ اسی طرح ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے اور قرآن ہی کی طرح ہر دور میں اُمت کے اجماع سے ثابت قرار پائی ہے۔“ (میزان: ص ۱۰، طبع دوم اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور)

۳) اسی بات کو وہ دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں کہ

”قرآن ہی کی طرح سنت کا ماخذ بھی اُمت کا اجماع ہے اور جس طرح وہ صحابہؓ کے اجماع اور قولی تواتر سے اُمت کو ملا ہے، اسی طرح یہ ان کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے۔“ (میزان: ص ۶۸، طبع دوم اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور)

۴) وہ مزید لکھتے ہیں کہ

”جس طرح قرآن خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح سنت بھی اس سے ثابت نہیں ہوتی۔“ (میزان: ص ۶۷، طبع دوم اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور)

۵) ایک اور جگہ اسی مضمون کو اس طرح لکھتے ہیں کہ

”ثبوت کے اعتبار سے اس (سنت) میں اور قرآن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ جس طرح اُمت کے اجماع سے ثابت ہے، یہ بھی اسی طرح اُمت کے اجماع ہی سے اخذ کی جاتی ہے۔“ (میزان: ص ۷۰، طبع دوم اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ غامدی صاحب کے نزدیک:

* سنت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی۔

* ثبوت کے اعتبار سے سنت اور قرآن میں کوئی فرق نہیں۔

* سنت صحابہ کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے اور یہ ہر دور میں اُمت کے اجماع سے ثابت قرار پائی ہے۔

اب ہم ان نکات کا عملی جائزہ لیں گے:

① کیا سنت خبر واحد سے ثابت نہیں ہوتی؟

غامدی صاحب کا دعویٰ ہے کہ سنت خبر واحد (اخبار احاد) سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ثبوت کے لئے اجماع اور تواتر شرط ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ سنت خبر واحد سے ثابت ہوتی ہے اور اس کے لئے اجماع اور تواتر

کی شرط بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ آج تک اُمت کے معتمد اور ثقہ اہل علم میں سے کسی نے سنت کے ثبوت کے لئے تو اتر کی شرط عائد نہیں کی۔ ہم کہتے ہیں کہ سنت ہی کیا، پورا دین خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث جبرائیلؑ خبر واحد ہے اور اس میں پورا دین بیان کیا گیا ہے جس کی تصدیق خود نبی کریم ﷺ نے اس طرح فرمائی ہے کہ وہ (جبرائیلؑ) تھے جو تمہیں دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔

یہ حدیث جبرائیلؑ صحیح بخاری میں اس طرح روایت ہوئی ہے کہ
عن أبي هريرة قال: كان النبي ﷺ بارزاً يوماً للناس فأتاه رجل فقال: ما الإيمان؟ قال: «الإيمان أن تؤمن بالله وملائكته وبلقائه ورسوله وتؤمن بالبعث». قال: ما الإسلام؟ قال: «الإسلام أن تعبد الله ولا تشرك به وتقيم الصلاة وتؤدّي الزكاة المفروضة وتصوم رمضان». قال: ما الإحسان؟ قال: «أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك». قال: متى الساعة؟ قال: «ما المسئول عنها بأعلم من السائل وسأخبرك عن أشراتها: إذا ولدت الأمة ربتها وإذا تناول رعاة الإبل البهم في البنيان، في خمس لا يعلمهن إلا الله» ثم تلا النبي ﷺ ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الآية - ثم أدبر فقال: «ردّوه»، فلم يروا شيئاً فقال: «لهذا جبرائيل جاء يعلم الناس دينهم». (صحیح بخاری: ۵۰، صحیح مسلم: ۹)

”حضرت ابو ہریرہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں کے سامنے تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، فرشتوں پر، قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہونے پر، اللہ کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا یقین رکھو۔ اس نے مزید سوال کیا: یا رسول اللہ! اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اللہ کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! احسان کیا ہے؟ فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اُسے نہیں دیکھ سکتے (یعنی یہ کیفیت پیدا نہیں کر سکتے) تو وہ یقیناً تم کو دیکھ رہا ہے۔ پھر اس نے سوال کیا: یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا: جس سے سوال

- کیا گیا ہے، وہ بھی سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ البتہ میں تم کو قیامت کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنی مالکہ جنے گی اور جب اونٹوں کے سیاہ فام چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جائیں گے۔ قیامت کا علم ان پانچ غیب کی باتوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرے گا اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس جگہ اس کو موت آئی ہے۔“ (سورۃ لقمان: ۳۴)
- پھر وہ شخص پیڈ پھیر کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے واپس بلاؤ“ مگر وہ نہ ملا۔ آپؐ نے فرمایا: ”یہ جبرائیل تھے جو لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔“
- اس سے معلوم ہوا کہ پورا دین تو خبر واحد (اخبارِ احاد) سے ثابت ہو سکتا ہے مگر اس سے غامدی صاحب کی ’سنت‘ ثابت نہیں ہو سکتی۔
- پھر اس خبر واحد (اخبارِ احاد) سے ہمیں وہ کلمہ بطیبہ نصیب ہوتا ہے جس کے پڑھنے کے بعد ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور جسے چھوڑ دینے سے ہم غیر مسلم قرار پاتے ہیں۔
- اس کے علاوہ تمام علمائے اسلام کے نزدیک سینکڑوں سنن (سننیں) اور ان کے احکام ایسے ہیں جو خبر واحد (اخبارِ احاد) سے ثابت ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند ایک یہ ہیں:
- ۱۔ وضو میں موزوں پر مسح کرنا (مسح علی الخفین)
 - ۲۔ شہید کی میت کو نہ تو غسل دینا اور نہ اسے کفن پہنانا
 - ۳۔ اذان کا طریقہ
 - ۴۔ عورت پر جمعہ کی نماز کا فرض نہ ہونا
 - ۵۔ مسلمان کی میت پر نماز جنازہ پڑھنا
 - ۶۔ ماں کی عدم موجودگی میں میت کی دادی کو وراثت میں سے چھٹا حصہ ۱/۶ دینا
 - ۷۔ وارث کے حق میں وصیت کا ناجائز ہونا
 - ۸۔ مرتد کے لئے قتل کی سزا (حد) ہونا
 - ۹۔ شادی شدہ زانی کے لئے رجم یعنی سنگساری کی سزا (حد) ہونا

- ۱۰۔ مفتوح پارسوں (مجوسیوں) سے جزیہ لینا
 - ۱۱۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد قریش کی حکمرانی کا حق ہونا
 - ۱۲۔ نبی ﷺ کی جس جگہ وفات ہوئی، آپؐ کا وہیں مدفون ہونا۔
 - ۱۳۔ مردوں کے لئے ریشم اور سونے کا استعمال ممنوع ہونا
 - ۱۴۔ مدینہ منورہ کا حرم ہونا
 - ۱۵۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت مقاماتِ سجود پر سجدہ کرنا
- اس طرح کے بے شمار احکام اور سنن ہیں جو خبر واحد سے ثابت ہوتے ہیں۔

② کیا قرآن اور سنت کے ثبوت میں کوئی فرق نہیں؟

غامدی صاحب کا دعویٰ ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے قرآن اور سنت میں کوئی فرق نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ دونوں کے ثبوت میں فرق ہے اور اس کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ قرآن کریم اُمت کے تواثر سے ثابت ہے جب کہ سنت کے لئے صحیح حدیث کا ہونا ہی کافی ہے اور صحیح حدیث ایک یا دو ثقہ اور عادل راویوں سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر:

موطأ امام مالک میں ہے کہ ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی دادی (نانی) حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں اپنی میراث طلب کرنے کے لئے آئی تو آپؓ نے فرمایا:

”مَالِكٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكَ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ شَيْئًا، فَارْجِعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ“ (موطأ امام مالک: کتاب الفرائض، باب میراث الجدة)

”تیرے لئے اللہ کی کتاب میں کوئی حق موجود نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی تیرا کوئی حق موجود نہیں ہے، لہذا تم ابھی واپس چلی جاؤ تاکہ میں دوسرے لوگوں سے دریافت کر لوں۔“

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں سے دریافت فرمایا تو حضرت مغیرہؓ نے بتایا کہ ان کی موجودگی میں نبی ﷺ نے میت کی دادی کو چھٹا حصہ دلایا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے ان سے پوچھا کیا اس وقت تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ اس کے بعد جب حضرت محمد بن مسلمہ

انصاریؒ نے بھی اس حدیث کی تائید کر دی تو حضرت ابو بکرؓ نے اس عورت کو میراث کا چھٹا حصہ دلا دیا۔

مذکورہ حدیث خبر واحد بھی ہے کہ اس کے صرف دو راوی ہیں، لیکن اس سے نبی ﷺ کی سنت ثابت ہوتی ہے جس پر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسے سنت سمجھ کر اس پر عمل فرمایا۔ اور آج تک اہل علم اس پر متفق ہیں کہ میت کے ترکے میں سے والدہ کی عدم موجودگی میں دادی کو چھٹا حصہ دیا جائے گا اور یہ سنت ثابتہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کا ثبوت خبر واحد (اخبارِ آحاد) سے ہو جاتا ہے اور اس کے لئے اجماع یا تواتر کی کوئی شرط نہیں ہے۔ البتہ قرآن کا ثبوت خبر واحد (اخبارِ آحاد) سے نہیں ہوتا، اس کے لئے علمائے اُمت کے ہاں 'تواتر' ضروری ہے۔

۳۰ سنت کے بارے میں ذہنی قلابازیاں اور فکری تضاد بیانیائیں

سنت کے ثبوت کے حوالے سے غامدی صاحب کی مذکورہ چاروں تحریروں میں ان کی ذہنی قلابازیاں اور فکری تضاد بیانیائیں ملاحظہ ہوں کہ

- ۱۔ سنت کا ثبوت صحابہ کرام کے اجماع سے ہوتا ہے۔
پھر دوسرے لمحے یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ
- ۲۔ سنت صحابہ کرامؓ کے اجماع سے اور ان کے عملی تواتر سے ثابت ہوتی ہے۔
پھر تیسرے لمحے یہ فرمانے لگتے ہیں کہ
- ۳۔ سنت اُمت کے اجماع سے ثابت ہوتی ہے۔
اور چوتھے لمحے یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ
- ۴۔ سنت اُمت کے اجماع سے اخذ کی جاتی ہے۔

اب ان چاروں میں سے ان کے کسی موقف کو صحیح سمجھا جائے؟ جبکہ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے جسے وہ ایک چیز قرار دے رہے ہیں۔ اگر سنت کے ثبوت کے لئے تواتر کی شرط عائد کر دی جائے تو پھر اُمت کو نوے فیصد دین اسلام کے احکام و تعلیمات سے محروم ہونا پڑتا ہے، کیونکہ وہ صرف اور صرف خبر واحد (اخبارِ آحاد) سے ثابت ہیں۔ اب نوے فیصد دین

چھوڑ کر اس کے صرف دس فیصد کو لے کر غامدی صاحب کا گزارہ تو ہو سکتا ہے مگر اُمت مسلمہ اپنے دین کے نوے فیصد حصے سے نہ تو دست بردرا ہو سکتی ہے اور نہ اس کے صرف دس فیصد پر قناعت کر سکتی ہے۔ ع

جو تمہاری مان لیں ناصحا
تو رہے گا دامن دل میں کیا

② دینی اصطلاحات کے ساتھ مذاق کا رویہ

غامدی صاحب اپنی لفاظی کے ذریعے دوسروں کو مغالطہ اور فریب دینے کے عادی ہیں، ہم ان کے اس طریق واردات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ معروف دینی اصطلاحیں تو اُمت سے لیتے ہیں مگر ان کے مطالب و مفاہیم اپنے جی سے گھڑتے ہیں اس طرح وہ ضلوا فاضلوا کے مصداق خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

زیر بحث موضوع کے حوالے سے بھی اُنہوں نے اپنی مذکورہ عبارات کے ذریعے دینی اصطلاحات کے بارے میں دوسروں کو کئی مغالطے اور فریب دینے کی سعی فرمائی ہے۔ اُنہوں نے سنت، حدیث، اجماع اور تواثر جیسی دینی اصطلاحات کے مفاہیم بدل کر خلطِ بحث پیدا کر دیا ہے۔ سنت کی اصطلاح ہی کو لیجئے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ سنت سے مراد نبی ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات (خاموشی تائیدات) اور صفات ہیں:

أما السنة: فهي أقوال النبي ﷺ وأفعاله وتقريراته وصفاته
(اصول الفقہ الاسلامی از ڈاکٹر وہبہ زحیلی: ۱/ ۴۴۹، طبع دمشق)

لیکن غامدی صاحب سنت کی من مانی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی ﷺ نے اس کی تجدید و اصطلاح کے بعد اور اس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔“

(میزان: ص ۱۰، طبع دوم اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور؛ اصول و مبادی، ص ۱۰، طبع فروری ۲۰۰۵ء، لاہور)

اسی طرح وہ ’حدیث‘ کی معروف دینی اصطلاح کو محض اخبارِ آحاد میں محدود کر کے ان کو

دین سے خارج کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کے اخبارِ آحاد جنہیں بالعموم ’حدیث‘ کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ان سے دین میں کسی عقیدہ و عمل کا ہرگز کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔“ (میزان: ص ۱۰، طبع اپریل ۲۰۰۲ء، لاہور)

اسی طرح وہ ایک اور مقام پر ’حدیث‘ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کے اخبارِ آحاد جنہیں بالعموم ’حدیث‘ کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ کبھی درجہ یقین کو نہیں پہنچتا، اس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا۔“

(أصول ومبادئ: ص ۱۱، طبع فروری ۲۰۰۵ء، لاہور)

سوال یہ ہے کہ غامدی صاحب کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ اُمت کی معروف شرعی اصطلاحات کے معنی اپنے جی سے گھڑ کر خلق خدا کو گمراہ کریں۔

دینی اصطلاحات کے معنی بدلنے کے بارے میں خود غامدی صاحب کے استاذ امام مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر تدریج القرآن کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ

”منکرین حدیث کی یہ جسارت کہ وہ صوم و صلوة، حج و زکوٰۃ اور عمرہ و قربانی کا مفہوم بھی اپنے جی سے بیان کرتے ہیں اور اُمت کے تواتر نے ان کی جو شکل ہم تک منتقل کی ہے، اس میں اپنی ہوائے نفس کے مطابق ترمیم و تغیر کرنا چاہتے ہیں، صریحاً خود قرآن مجید کے انکار کے مترادف ہے اس لیے کہ جس تواتر نے ہم تک قرآن منتقل کیا ہے، اسی تواتر نے ان کی اصطلاحات کی عملی صورتوں کو بھی ہم تک منتقل کیا ہے۔ اگر وہ ان کو نہیں مانتے تو پھر خود قرآن کو ماننے کے لئے بھی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔“ (تدریج قرآن: ۲۹/۱، طبع ۱۹۸۳ء، لاہور)

اب غامدی صاحب ذرا اپنے امام کے اس آئینے میں دیکھ کر بتائیں کہ کیا وہ وہی حرکت نہیں کر رہے جو منکرین حدیث کیا کرتے ہیں؟ اگر ان کے امام کے فتویٰ کے مطابق منکرین حدیث اس قصور پر کہ وہ قرآنی اصطلاحات کے مفہوم میں ترمیم و تغیر کرتے ہیں، منکرین قرآن ٹھہرتے ہیں تو کیا غامدی صاحب ’سنت‘ اور ’حدیث‘ کی اصطلاحات کے مفہوم میں تغیر و تبدل کرنے کے بعد ’منکرِ سنت‘ اور ’منکرِ حدیث‘ نہیں ٹھہرتے؟

ہم کہتے ہیں کہ اُمت کی معروف دینی اور شرعی اصطلاحات کے مفاہیم و مطالب کو بدلنا مغالطہ انگیزی بھی ہے، فتنہ انگیزی بھی؛ فریب دہی بھی ہے، خیانت کاری بھی؛ ڈھٹائی بھی ہے اور بے شرمی بھی۔

اہل علم جانتے ہیں کہ تاریخ اسلام میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے لئے 'شیخین' کی اصطلاح موجود ہے اور علم حدیث میں امام بخاری اور امام مسلم کو 'شیخین' کہا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص تاریخ اسلام کے شیخین کو علم حدیث کے شیخین قرار دے لے اور علم حدیث کے شیخین کو تاریخ اسلام کے شیخین ٹھہرائے تو ایسے آدمی کا کیا علاج؟ اسے ٹی وی پر لوگوں کو دین سکھانے کے کام پر لگایا جائے یا اسے کسی شفا خانہ امراضِ دماغی میں داخل کرایا جائے؟ پھر جب وہ اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کر دے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے 'صحیحین' مرتب کی تھی اور امام بخاری اور امام مسلم مسلمانوں کے بالترتیب پہلے اور دوسرے خلیفہ ہو گزرے ہیں، تو خدا را بتائیے اس کا کیا نتیجہ نکلے گا اور ایسے شخص کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ بسوخت زحیرت ایں چہ بوالعجبی ست

(جاری ہے)

داعیانِ حق و صداقت کیلئے خوشخبری

امام الانبیاء ﷺ کا طریقہ نماز

آمنہ عبد اللہ ہسپتال فاخر شاہ روڈ، دیپال پور، ضلع اوکاڑہ کا دیدہ زیب فورکلر اشتہار برصغیر کی مشہور شخصیت بابا فرید الدین گنج شکر آف پاکستان کی سوانح حیات میں امام الانبیاء ﷺ کے طریقہ نماز کو اردو ترجمہ کے ساتھ یوں پیش کیا گیا ہے کہ پڑھتے ہوئے انسان یوں محسوس کرتا ہے گویا آں حضرت ﷺ کو جمع بین الصلوٰتین فی السفر، قومہ، جلسہ استراحت، رفع الیدین، عیدین کی بارہ تکبیریں اور آمین بالجہر وغیرہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ یہ اشتہار عالمین بالحدیث الشریف کے طریقہ نماز کی درستگی پر شاہدِ عدل ہے۔ ہسپتال مذکور کے علاوہ اس پتہ سے بھی دستی یہ اشتہار حاصل کیا جاسکتا ہے:

ابو مسعود عبد الجبار سلفی: جامع مسجد سعد بن ابی وقاص، چوک حجرہ شاہ مقیم، ضلع اوکاڑہ